مولانا محمد تقی امینی

جنّت کی تربیتی زندگی

وَقُلْنَا یَاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ تا مِمَّا کَانَا فِیْہِ ص

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنّت میں جا کر رہو اور اس میں سے جو چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ[1] اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالموں (نافرمانوں) میں سے ہو جاؤ گے[2] پھر شیطان نے ان دونوں سے اسی درخت کے بارے میں لغزش کرادی اور انہیں اس (عزّت و راحت کی) جنّت سے نکال دیا جس میں وہ تھے[3]

○

[1] آدم و حوّا پہلے انسان ہیں۔ پیدائش کا جو سلسلہ بعد میں ہوا اس کے مطابق ان کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ اس بنا پر ان میں کچھ ابتدائی (جسمانی و نفسیاتی) کمزوریاں ہو سکتی تھیں جن کے دور کرنے کی ضرورت خلافت و نیابت کا عہدہ سنبھالنے سے پہلے ہو پھر پیدائش کا معاملہ ابھی ابھی کا تھا۔ آنکھیں بھی نہ کھلی تھیں کہ خلافت و نیابت کے عہدہ پر ان کا تقرر ہو گیا نہ کچھ دیکھنے بھالنے کا موقع ملا تھا نہ آبادکاری (نظم و انتظام کو سمجھنے کا کوئی تجربہ ہوا تھا۔ ایسی حالت میں فطری طور پر کمزوری دور کرنے اور کچھ دیکھنے و بھالنے (سمجھنے کے لئے ایک مدّت تک کھلی فضاء و ہوا میں رکھنا اور وہاں کھانے پینے و رہنے سہنے کے لئے ہر قسم کی آزادی و سہولت دینا ضروری تھا غالباً اسی مصلحت کے پیشِ نظر آدم و حوّا کو جنّت میں رکھا گیا اور وہاں ہر قسم کی آزادی و سہولت دی گئی۔

[2] پھر خلافت و نیابت جیسے عظیم الشّان عہدہ کو سنبھالنے کے لئے بڑی ضرورت قوّتِ برداشت و خواہشات پر قابو پانے کی ہوتی ہے ممکن ہے اس ضرورت کے تحت جنّت میں ہر قسم کی آزادی کے باوجود ایک درخت کا پھل کھانے سے روک دیا گیا۔

قرآن وحدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ جنت میں آدم وحوّا کتنے دن تک رہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جس مصلحت سے ان کو وہاں رکھا گیا تھا قیام کی مدت میں اس کا لحاظ کیا گیا ہوگا چنانچہ ایک مدّت کے بعد یہ دونوں حضرات جنّت سے نکال دیئے گئے اور نکالے جانے کی تقریب عجیب وغریب انداز سے انجام پائی جس سے بہت ساری باتیں سمجھی جا سکتی ہیں۔

صورت یہ ہوئی کہ جس درخت کا پھل کھانے سے آدم وحوّا کو روکا گیا تھا شیطان کی سازش سے اس کو کھا لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جنّت میں رہنے اور ٹھہرنے کے قابل نہ رہ سکے جنّتی لباس اتر گیا شرم وندامت کے احساس سے بےچین ہو گئے۔ اللہ کی رحمت ومحبت کے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ نہ رہ گئی بالآخر اللہ ہی نے ان کی طرف توجّہ فرمائی۔ ان کی توبہ قبول کی اور چند ان باتوں کی ہدایت کا پروانہ دے کر زمین میں عہدہ پر بھیجا جن کی یہاں قدم قدم پر ضرورت تھی۔

آدم وحوّا نے جنّت کی زندگی سے کیا حاصل کیا اس پر تفصیلی گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے لیکن اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہاں کی کھلی فضا میں آزادی کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق کھاتے پیتے رہتے سہتے رہے اور جنّت کی آبادکاری ونظم وانتظام کو دیکھتے بھالتے اور سمجھتے رہے جس سے ایک طرف جسم میں قوّت آئی دوسری طرف سوجھ بوجھ میں وہ لیاقت ابھری جو ابتداء میں عہدہ سنبھالنے کے لائق بناتی ہے۔ تیسری طرف ایک عرصہ تک درخت کا پھل کھانے سے رُکے رہنے کے باعث قوّتِ برداشت آئی اور خواہشات پر قابو پانے کی تربیت ہوئی آخر شیطان نے ایک ہی دن میں تو درخت کا پھل کھانے پر نہ آمادہ کیا ہوگا بلکہ کافی دنوں تک رغبت دلاتا رہا ہوگا اور یہ دونوں اپنی طبیعت کو مارتے اور خواہش کو دباتے رہے ہوں گے اور چوتھی طرف خود کو سمجھنے اور اللہ کو پہچاننے کی صفت ابھر آئی جو حاصل زندگی ہے۔ اس کا ثبوت اس "سرٹیفکیٹ" میں موجود ہے جس کو لے کر وہ دونوں اپنے عہدہ پر تشریف لائے۔ وہ یہ ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝	اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اگر آپ ہمیں نہ بخشیں گے اور ہمارے اوپر رحم نہ فرمائیں گے تو ہم یقیناً تباہ ہو جائیں گے۔
(الاعراف: ۲۳)	

یہ خود کو سمجھنے اور اللہ کو پہچاننے ہی کا نتیجہ تھا کہ لغزش کے بعد آدم وحوّا دونوں نے اللہ کے حضور عجز ونیازمندی کی گردن جھکادی اور اللہ نے ان پر اپنی رحمت ومحبّت کا سایہ ڈالدیا جبکہ شیطان (جس نے اپنے فریب کے جال میں پھانسا تھا) کا کردار اس کے خلاف موجود تھا کہ اس نے جرم کے بعد کبر وغرور کی روش اختیار کی اور راندۂ درگاہ ہوا۔

جنّت اس وقت آدم وحوّا کے لیے دارالجزا (صلہ پانے کی جگہ) نہ تھی کہ اس کا ابھی وقت نہ آیا تھا۔ زمین میں عہدہ سنبھالنے کے بعد دونوں کے لیے وہ دارالجزا رہی۔ اسی طرح دارالخلود (ہمیشہ رہنے کی جگہ) نہ تھی کہ انسان کو زمین میں اپنے عہدہ پر آنا تھا۔ ابھی سے ہمیشہ کے لیے وہاں رہنے کا موقع نہ تھا! پھر جنّت کیا تھی؟ حالات وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دارالتربیت (تربیت کی جگہ) تھی۔ دنیا میں آنے سے پہلے آنے کے لائق بنانے کے لیے زندگی کی تربیت وہیں ہوئی تھی۔

جنّت کہاں اور کس عالم میں ہے؟ اس کا پتہ چلانا آسان نہیں ہے اور اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اس سلسلہ میں خاموش ہیں ہمارے اس عالم کے متعلق ابتک جسقدر معلومات ہوئی ہیں انہیں سے انسان حیرت زدہ ہے۔ مثلاً جس زمین پر ہم آباد ہیں یہ ہمارے نظام شمسی کا صرف ایک سیّارہ ہے جو سورج کے مقابلہ میں "مٹر" کے ایک دانہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ سورج تو سورج سیّارہ مشتری اتنا بڑا ہے کہ اس میں ہماری جیسی ایک ہزار سے زیادہ زمینیں سما سکتی ہیں۔ پھر آسمان پر جو چھوٹے چھوٹے تارے دکھائی دیتے ہیں ان میں اکثر سورج کے برابر اور بہت سے خود سورج سے اتنے بڑے ہیں کہ ان میں دس ہزار سورج سما سکتے ہیں تارے وہ کہلاتے ہیں جو خود بخود روشن ہیں یعنی اس وقت جلتی ہوئی گیس کی حالت میں پائے جاتے ہیں باقی جو ٹھنڈے ہو چکے ہیں جیسے ہماری زمین اور مریخ وغیرہ وہ سیّارے کہے جاتے ہیں اس وقت تک معلوم ومشہور سیّاروں کی تعداد نو ہے ان میں سے بعض سیّاروں کے ساتھ ان کے توابع یعنی چاند بھی پائے جاتے ہیں زمین کے ساتھ ایک چاند ہے۔ مرّیخ کے ساتھ دو اور زحل کے ساتھ نو چاند ہیں۔ سورج جو مختلف عناصر لوہے، ایلومینیم، جست نکل وغیرہ کے جلتے ہوئے بخارات یا گیسوں کا بہت بڑا کرّہ ہے۔ اس سے آنے والی روشنی

زمین تک آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے۔ یہ صرف ایک عالم یا ہمارا عالم ہے۔ اس کے علاوہ بکثرت ایسے عالم پائے جاتے ہیں جو ہمارے اس عالم سے بالکل باہر نہایت دور دراز فاصلوں پر واقع ہیں۔ ایسی حالت میں جنت جہاں اور جس عالم میں بھی ہو اس کو یقین کرنے اور اس پر ایمان لانے میں کوئی دشواری نہیں رہتی ہے۔

"حوا" کی پیدائش کا ذکر یہاں نہیں ہے صرف جنت میں ساتھ رہنے کا ذکر ہے اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ آدم پوری انسانی برادری کی نمائندگی کر رہے ہیں جس میں مرد و عورت سبھی شامل ہیں۔ آدم کے ذکر میں حوا بھی آگئیں علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی البتہ وہاں دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا جہاں ذکر کے بغیر چارہ نہ تھا یعنی جنت کی تربیتی زندگی اور زمین کی عملی زندگی کہ ان دونوں جگہ ایک کا دوسرے کے بغیر چارہ نہیں ہے نہ تنہا ایک کی دوسرے کے بغیر تربیت ہوسکتی ہے اور نہ تنہا کوئی خلافت و نیابت کے کاموں کو ٹھیک انجام دے سکتا ہے۔ آگے جس جگہ حوا کی پیدائش کا ذکر ہوگا اس پر کچھ گفتگو کی جائے گی۔

○

ابتداء کی چند ہدایتیں

وَقُلْنَا اهْبِطُوا تا هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ○

اور ہم نے کہا تم یہاں سے نیچے جاؤ تم ایک دوسرے (انسان اور شیطان) کے دشمن ہوگے اور زمین میں تمہارے لئے ایک وقت ہی تک رہنا اور فائدہ اٹھانا ہے پھر آدم نے اپنے رب کی طرف سے چند باتیں سیکھ لیں پھر اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے کہا تم یہاں سے نیچے جاؤ اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت پر چلیں گے ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

لے جنت میں قیام کی مدت گزر چکی تھی۔ اب عہدہ (خلافت و نیابت) پر بھیجنے کا وقت آ گیا۔ لازمی طور پر نئی جگہ میں رہنے اور بسنے کے لئے کچھ ابتدائی ہدایات کی ضرورت تھی۔ یہ وہی چند ہدایتیں بیان ہو رہی ہیں۔ ان میں پہلے سب سے بڑی مخالف طاقت (شیطان) سے آگاہ کیا جس سے ہمیشہ دشمنی و رسہ کشی رہے گی اور جو قدم قدم پر خلافت و نیابت کے کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے اور ناکام بنانے میں سرگرم عمل رہے گی پھر یہاں رہنے و قیام کرنے کی مدت کے بارے میں بتایا کہ یہاں ہمیشہ نہیں رہنا ہے بلکہ ایک مقررہ مدت تک رہنا و قیام کرنا ہے۔ پھر یہ بات واضح کر دی کہ جتنے دن بھی قیام رہے یہاں بے کار نہیں رہنا ہے بلکہ چند چیزوں سے فائدہ اٹھانا اور ان کی تعمیر و ترقی کرتے رہنا ہے پھر دعا و استغفار کے چند کلمے بھی سکھا دیئے جو بے سہارا زندگی کے لئے سب سے بڑا سہارا تھے۔ مفسرین نے "کلمات" کی تفسیر میں " من کلمات الدعا والاستغفا" (دعا اور استغفار کے کلمے) لکھا ہے جن سے مراد اوپر کے وہی کلمے (رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ـــ الخ) ہیں اور ان سے زائد کی بھی گنجائش ہے۔

ابتدائی زندگی میں ان چند ہدایتوں کے علاوہ اور ضرورت ہی کیا تھی ضرورت تھی تو اس بات کی تھی کہ وقتاً فوقتاً ہدایتوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رہے اور ماننے و نہ ماننے والوں کے انجام سے باخبر کیا جاتا رہے۔ چنانچہ اس کا وعدہ بھی کر لیا گیا اور اس پر عمل درآمد بھی برابر جاری رہا۔ انہی ابتدائی ہدایتوں کی بنیاد پر حضرت آدمؑ کو پہلا نبی تسلیم کیا گیا ہے اور مفسرین نے ہر نبی کا کردار بھی وہی بتایا ہے جو آدمؑ کا ہے یعنی زمین کی آبادکاری، اس کی تعمیر و ترقی، اس کا نظم و انتظام چلانا اور اللہ کا قانون اس میں نافذ کرنا۔ چنانچہ خلافتِ آدم کی اوپر والی آیت کی تفسیر میں ہے :

والمرادُ بہ آدم علیہ السلام لانہ کان خلیفۃ اللہ فی ارضہ وکذٰلکَ کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہٖ فیھم (بیضاوی بقرہ آیت ۳۰)

"اس سے آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح ہر نبی کو اللہ نے زمین کی آبادکاری لوگوں کی سیاست، ان کے نفس کو کامل کرنے اور ان میں اللہ کے احکام نافذ کرنے میں اپنا خلیفہ بنایا۔"

اس سے ایک طرف خلافت و نیابت کے کام کی تفصیل معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف ہر نبی کے کام کی وسعت سمجھ میں آتی ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے دائرہ میں اپنی صلاحیت کے مطابق اللہ کا خلیفہ و نائب ہے اور اس حیثیت سے اللہ کے سامنے جواب دہ ہے خواہ زمین کے جس گوشہ میں ہو اور تعمیری کام کا جو میدان بھی سامنے ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ توحید رسالت اور آخرت کی تعلیم (جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) نئی نہیں ہے بلکہ ابتدا ہی سے اس کا سلسلہ جاری ہے اور یہ اوپر سے نہیں چلی آ رہی ہے بلکہ انسان کی فطرت اور گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

(باقی آئندہ)

۴۰ صفحات پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ جس میں مؤلف نے نہایت سادہ لیکن مؤثر انداز میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور عقل و فطرت سے استدلال کرتے ہوئے سیرت طیبہ کے اس عظیم واقعے کا اثبات اس طور سے کیا ہے کہ

واقعہ معراج

سے متعلق قریباً تمام الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں۔

معراج النبی

علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

تالیف

ڈاکٹر اسرار احمد

عمدہ آفسٹ پیپر، اعلیٰ طباعت، قیمت ۳/- روپے

شائع کردہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن فون ۸۵۲۶۸۲۱